www.KitaboSunnat.com

ا۔ کیا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر ان کو اَجر ملے گا۔

۲۔ آج کل جو عیسائی نیک کام کرتے مثلاً رفاہِ عامہ کے یا دوسرے نیک کام تو کیا انہیں اس کا اَجر ملے گا یا نہیں؟ (عبدالباسط فاروقی، لیہ)

جواب: قرآنی آیت ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارىٰ وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ کی تشریح وتفسیر...... چند اشکالات کا اِزالہ

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی ہوئے، اور عیسائی اور بے دین لوگ جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے تو ان کے لئے ان کے رب کے ہاں اَجر ہے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' (البقرۃ:۶۲)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے: پہلے وہ لوگ جو ایمان لائے، ان سے مراد شریعتِ محمدیہ کے ماننے والے ہیں، دوسری قسم کے لوگ یہودی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی اُمت ہیں، تیسری قسم عیسائی جو عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت ہیں اور چوتھی قسم بے دین لوگ ہیں ان سے معبودانِ باطلہ کے پجاری مراد ہیں۔ خواہ فرشتوں کو پوجیں یا بتوں کو یا آگ وغیرہ کو (ان کے متعلق سلف کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق نمازیں بھی پڑھتے ہیں بعض ان میں سے زبور بھی پڑھتے ہیں)......ان چاروں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ ان میں سے جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، صرف اس کے لئے خوشخبری ہے

﴿فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرۃ:۶۲)

''ان کے رب کے ہاں ان کے لئے اَجر ہے، ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور وہ غمزدہ نہ ہوں گے''

واضح رہے کہ ان لوگوں کا اپنے اپنے زمانہ میں ایمان اور عمل معتبر تھا مثلاً جب تک عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئے، اس وقت تک موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر پوری طرح عامل رہے، ان کے لئے یہ خوشخبری ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد پہلی شریعت منسوخ ہوگئی، اب عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر جو پوری طرح عامل رہا، وہ اس خوشخبری کا حقدار ہے۔ اس کے بعد حضرت محمد مصطفی ﷺ تشریف لائے اور پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں، اب نجات کا دارومدار شریعتِ محمدیہ پر عمل کرنے اور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے میں ہے۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے، چونکہ پہلی شریعتیں منسوخ ہوچکی ہیں، اس لئے صرف تین فرقوں کا ذکر کافی تھا: یہودی، عیسائی اور بے دین، چوتھا فرقہ جو اس شریعت (محمدیہ) پر ایمان لایا، اس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر یہاں بے محل ہے کیونکہ اس شریعت پر جو ایمان لاچکے، ان کے پھر ایمان لانے (مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ) کا کوئی مطلب نہیں...... اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ کہ ان کے ایمان لانے کا مطلب ایمان پر ہمیشگی اور ثابت قدمی ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ خاتمہ سے پہلے لایا ہوا ایمان کافی نہیں جب تک خاتمہ بھی ایمان پر نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے مراد دعویٰ ایمان ہے (جیسے منافق یا کمزور ایمان والے) اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ اس امت میں سے جن کا دعویٰ ایمان کا ہے، وہ اس خوشخبری کے اس صورت میں مستحق ہونگے کہ وہ حقیقی معنوں میں ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔

نوٹ: بیک وقت ایک لفظ کا حقیقی اور مجازی دونوں معنوں کا مراد ہونا، امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو حنیفہؒ اس کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ اس آیت سے امام شافعیؒ کے موقف کو تائید ملتی ہے کیونکہ مَنْ آمَنَ کے دو معنی ہوں گے: پہلے فرقے کے حق میں اس کے معنی ہوں گے "جو ایمان پر ثابت قدم رہے"...... یہ آمَنَ کے مجازی معنی ہیں اور باقی فرقوں کے حق میں ہوں گے جو ایمان لائے اور یہ آمَنَ کے حقیقی معنی ہیں تو گویا اس لفظ میں حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

شانِ نزول

ان آیات کا شانِ نزول حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔ ان کی عمر مذہب مجوس پر اور کچھ عیسائیت پر گزری پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام نصیب کر دیا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آپؓ اپنے ساتھیوں کا ذکر کر رہے تھے کہ "وہ نمازیں پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے اور آپ پر ایمان لاتے تھے اور اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ آپ آخری نبیؐ ہوں گے" ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ جہنمی ہیں (کیونکہ وہ یہ کام کسی شریعت کے تحت نہیں کرتے تھے)۔ حضرت سلمان فارسیؓ شدید غمگین ہوئے۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری جس سے اس طرف اشارہ کیا کہ جس نبی کا زمانہ ہو اور اس نبی کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، اس کے لئے یہ خوشخبری ہے، نہ اپنے طور پر کسی کام کو اچھا سمجھ کر کرنے لگ جائے۔ چنانچہ اسی بنا پر نبی کریم ﷺ کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

"جو شخص اسلام کے سوا کوئی دین ڈھونڈے پس اس سے ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔" (آل عمران:۸۵)

الفاظ کی تشریح

﴿مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ میں چونکہ ایمان لانے کے ساتھ اعمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے، اس لئے یہاں ایمان سے مراد اعتقاد ہے لیکن صرف اعتقاد نجات کے لئے کافی نہیں، اس لئے ساتھ اَعمال کا بھی ذکر کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان سے مراد عام ہو جس میں اَعمال بھی داخل ہوں اور اَعمال کو الگ ذکر کرنا ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہو جس طرح اس آیت میں ہے ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِيْنَ﴾

"یعنی جو شخص اللہ کا، فرشتوں کا، رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو پس بے شک اللہ تعالیٰ دشمن ہے واسطے کافروں کے۔" (البقرة:۹۸)

دیکھئے، اس آیت میں فرشتوں کا ذکر کرنے کے بعد جبرئیل اور میکائیل کا مستقل ذکر صرف ان کی بزرگی اور بڑائی کے لئے کیا گیا ہے۔ اسی طرح اعمال کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی، اعتقاد کو بھی نجات کے لئے کافی سمجھ لیا جاتا ہے، اس وجہ سے اَعمال میں سستی واقع ہوتی ہے۔ ان کے الگ ذکر کرنے سے نجات کے لئے ان کی اہمیت ظاہر ہو گی۔

عمل صالح کی تین شرطیں ہیں: ایک، اعتقاد کا صحیح ہونا، دوسرے، شریعت کے موافق ہونا تیسرے، اخلاصِ نیت۔ اعتقاد کے صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کرنے والا توحید ورسالت پر ایمان رکھتا ہو اور شریعت کے موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل بدعت نہ ہو، شریعت میں اس عمل کا ثبوت ہو۔ اخلاصِ نیت کا مطلب یہ ہے کہ محض اللہ کی رضا کے لئے ہو کسی کے دباؤ یا لحاظ یا دکھلاوے کے لئے نہ ہو۔

﴿وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ حزن، غم، خوف اور فکر میں فرق یہ ہے کہ حزن اس چیز پر ہوتا ہے جو فوت ہو گئی ہو۔ خوف اور فکر آئندہ چیز کا ہوتا ہے جیسے تجارت میں کہیں نقصان نہ ہو جائے اور غم عام ہے گذشتہ چیز پر بھی ہوتا ہے جیسے کسی کا کوئی عزیز فوت جائے اور آئندہ کا بھی جیسے کہیں امتحان میں ناکام نہ ہو جاؤں۔ يَحْزَنُوْنَ کا باب دو طرح سے آتا ہے ایک حَزَنَ يَحْزُنُ بروزن نَصَرَ يَنْصُرُ اس کا مصدر حُزْن ہے جس کے معنی ہیں دوسرے کو غمگین کرنا چنانچہ قرآن میں ہے ﴿لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِيْ الْكُفْرِ﴾ یعنی "تجھے وہ لوگ نہ غمگین کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں"...... دوسرا باب حَزِنَ يَحْزَنُ بروزن سَمِعَ يَسْمَعُ سے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے یعنی اس کے معنی غمگین ہونے کے ہیں۔ اس آیت میں یہی دوسرا یعنی فعل لازم مراد ہے۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کیے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں اور عیسائیوں کے اَعمال بھی اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک وہ آپ کی نبوت کا اقرار نہ کریں۔ کتاب وسنت کے نصوص اس امر پر واضح شواہد ہیں۔ قرآن میں ہے ﴿وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهُ فَوَفّٰهُ حِسَابَهُ﴾ صحیح مسلم میں ہے کہ "کافر کیلئے اعمالِ خیر کی جزا صرف دنیا میں ہے، آخرت میں نہیں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ